مذہبی تاریخ اپنے آپ کو ضرور دہراتی ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۸؍ جون ۱۹۸۵ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیات کریمہ کی تلاوت کی:

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِلنَّاسِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ۭ وَكَانَ
الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا ﴿٥٥﴾ وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا
اِذْ جَاۗءَهُمُ الْهُدٰى وَيَسْتَغْفِرُوْا رَبَّهُمْ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمْ
سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ اَوْ يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ قُبُلًا ﴿٥٦﴾ وَمَا نُرْسِلُ
الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۚ وَيُجَادِلُ الَّذِيْنَ
كَفَرُوْا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ وَاتَّخَذُوْٓا اٰيٰتِيْ وَمَآ
اُنْذِرُوْا هُزُوًا ﴿٥٧﴾ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ
فَاَعْرَضَ عَنْهَا وَنَسِيَ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ ۭ اِنَّا جَعَلْنَا عَلٰي قُلُوْبِهِمْ
اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ۭ وَاِنْ تَدْعُهُمْ اِلَى
الْهُدٰى فَلَنْ يَّهْتَدُوْٓا اِذًا اَبَدًا ﴿٥٨﴾ وَرَبُّكَ الْغَفُوْرُ ذُو الرَّحْمَةِ ۭ
لَوْ يُؤَاخِذُهُمْ بِمَا كَسَبُوْا لَعَجَّلَ لَهُمُ الْعَذَابَ ۭ بَلْ لَّهُمْ
مَّوْعِدٌ لَّنْ يَّجِدُوْا مِنْ دُوْنِهٖ مَوْىِٕلًا ﴿٥٩﴾ (الکہف:۵۵-۵۹)

پھر فرمایا:

یہ کہا جاتا ہے کہ تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے۔ دنیا کی تاریخ سے متعلق تو یہ محاورہ سو

فیصدی صادق ہوتا نظر نہیں آتا کیونکہ تاریخ عالم پر نگاہ ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر قوم کی تاریخ نے ہمیشہ اپنے آپ کو نہیں دہرایا لیکن جہاں تک مذہبی تاریخ کا تعلق ہے قرآن کریم سے یقینی طور پر پتہ چلتا ہے کہ مذہبی تاریخ ضرور اپنے آپ کو دہراتی ہے اور ہمیشہ سے دہراتی چلی آئی ہے۔ چنانچہ جن آیات کی میں نے تلاوت کی ہے ان میں اسی دہرائی جانے والی تاریخ کے ایک دردناک پہلو کا ذکر ہے۔ دہرائی جانے والی تاریخ دردناک بھی ہے، المیہ بھی ہے اور بشارتوں سے بھی تعلق رکھنے والی ہے۔ قرآن کریم نے دونوں تاریخوں کا الگ الگ ذکر فرمایا ہے۔

جن آیات کی میں نے تلاوت کی ہے ان میں اس المیہ تاریخ کا ذکر ہے جو ہمیشہ دہرائی جاتی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِلنَّاسِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ اور وہ تمام باتیں جو یاد رکھنے کے لائق ہیں، جن کو نمونے کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے یا جن سے نصیحت حاصل کی جاتی ہے وہ ساری ہم نے اس قرآن کریم میں لوگوں کے فائدہ کے لئے محفوظ کر رکھی ہیں۔ یعنی کوئی ایک بھی ایسی بات تاریخ عالم میں باقی نہیں رکھی جو مثل کے طور پر پیش کی جا سکتی ہو، جس کو دیکھ کر بنی نوع انسان استفادہ کر سکتے ہوں اور خدا تعالیٰ نے اس کا تذکرہ قرآن کریم میں نہ کیا ہو۔

وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا لیکن عجیب ظالم انسان ہے، اس کے باوجود اکثر باتوں میں بہت جھگڑالو ہے اور بہت ہی کج بحث ہے۔ باوجود اس کے کہ ہر قسم کے تاریخی واقعات جن سے انسان سبق حاصل کر سکتا تھا ہم نے کھول کھول کر قرآن میں بیان فرما دیئے لیکن انسان کو دیکھو کہ پھر بھی جھگڑے کی راہیں نکالتا ہی چلا جاتا ہے۔

6June\6.28.85\Backup_o khutba2.jpg not found.

پس کیا نتیجہ نکلا؟ نتیجہ یہ نکلا کہ لوگوں کو اس بات سے کہ وہ ایمان لے آئیں جب ہدایت ان کو پہنچے اور پھر اپنے رب سے استغفار کریں اس بات سے انہیں کوئی چیز نہیں روکتی مگر شاید یہ تقدیر کہ انہوں نے پہلوں کے قدم پر ضرور قدم رکھنے ہیں اور پہلوں کی سنت پر ضرور چلنا ہے یعنی یہ طرز بیان اس رنگ میں ہے کہ گویا وہ فیصلہ کر بیٹھے ہیں کہ ہم نے تو اپنے پہلوں کے قدم بقدم ضرور چلنا ہے اور چونکہ یہ ہمارا فیصلہ ہے کہ ہم نے ان کی سنت کو نہیں چھوڑنا اس لئے ہم ایمان نہیں لائیں گے۔

اَوْ يَأْتِيَهُمُ الْعَذَابُ قُبُلًا یا پھر اس بات کا انتظار کر رہے ہیں کہ عذاب ان کے سامنے آ کھڑا ہو اور دوسری طرف خدا فرماتا ہے وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ رسولوں کو ہم داروغہ بنا کر تو بھیجتے نہیں جو زبردستی پکڑ کر ان کو ٹھیک کر لیں ہم تو انہیں سوائے مبشرین اور منذرین کے اور کسی حیثیت سے نہیں بھیجتے۔ یعنی لوگوں کو ڈرانا ان کا کام ہے، لوگوں کو خوشخبریاں دینا ان کا کام ہے۔ زبردستی ہدایت دینا ان کا کام نہیں اور اس کے مقابل پر جن لوگوں نے کفر اختیار کیا وہ ہر ہتھکنڈہ اختیار کرتے ہیں حق کو دبانے اور مٹانے کے لئے يُجَادِلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالْبَاطِلِ۔ وہ حق سے مقابلے کیلئے باطل طریق اختیار کرتے ہیں۔ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ۔ تا کہ حق کو مٹا ڈالیں۔ وَاتَّخَذُوْٓا اٰيٰتِيْ وَمَآ اُنْذِرُوْا هُزُوًا اور وہ پکڑ لیتے ہیں ہمارے نشانات کو اور جس بات سے وہ ڈرائے جاتے ہیں اس کو ٹھٹھے کے طور پر یعنی تمسخر اڑاتے ہیں ہمارے نشانات کا بھی اور جب انہیں ڈرایا جاتا ہے کہ خدا کے عذاب سے ڈرو، اللہ کا خوف کرو تو وہ ہنستے ہیں اور تمسخر اڑاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ فَاَعْرَضَ عَنْهَا وَنَسِيَ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ کہ ہر بدکار، بداعمال ظالم ہوتا ہے مگر اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جسے اللہ تعالیٰ کی آیات بتا کر نصیحت دینے کی کوشش کی جائے اور اس کے رب کی آیات اس کے سامنے پڑھ کر اس کو نیک باتوں کی طرف بلایا بھی جا رہا ہو۔ فَاَعْرَضَ عَنْهَا پھر وہ اس سے منہ موڑ لیتا ہے وَنَسِيَ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ اور بھول جاتا ہے کہ میں نے کس قسم کے اعمال آگے بھیجے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ایسے ہی لوگ ہیں جن کے دلوں پر ہم نے کئی قسم کے پردے ڈال رکھے ہیں اور وہ پردے اس راہ میں حائل ہو جاتے ہیں کہ اَنْ يَّفْقَهُوْهُ کہ وہ حق کو سمجھ سکیں اور اسی طرح ان کے کانوں میں بوجھ پڑ جاتے ہیں۔ اگر تو انہیں ہدایت کی طرف بلائے تو وہ ہدایت کی طرف ہرگز، کبھی بھی نہیں آئیں گے۔ اس کے باوجود وَرَبُّكَ الْغَفُوْرُ ذُو الرَّحْمَةِ اللہ تعالیٰ بہت ہی بخشش کرنے والا ہے اور بہت ہی رحمت فرمانے والا ہے لَوْ يُؤَاخِذُهُمْ بِمَا كَسَبُوْا اگر خدا ان کے ہر اس فعل پر جو وہ کرتے ہیں ان کو پکڑنے لگ جائے لَعَجَّلَ لَهُمُ الْعَذَابَ تو عذاب ان پر بہت پہلے آ جائے۔ اگر انکی بداعمالیوں کی سزا دینے میں خدا جلدی کرے اور وہ صاحب مغفرت اور

صاحب رحمت نہ ہو تو ان کا عذاب تو ان پر پہلے مقدر ہو چکا ہے ۔ بَلْ لَّهُمْ مَّوْعِدٌ لَّنْ يَّجِدُوْا مِنْ دُوْنِهٖ مَوْىِٕلًا لیکن انکے لئے ایک وعدہ مقرر ہے،ایک وعدہ کا دن ہے۔ کیوں وعدہ ہے اس مضمون کو وَرَبُّكَ الْغَفُوْرُ ذُوالرَّحْمَةِ کھول رہا ہے۔ فرماتا ہے ہم اس لئے عذاب میں جلدی نہیں کرتے ،اس لئے عذاب دیر سے آتا ہے تا کہ انکو استغفار کا موقع مل جائے،تا کہ اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے اور انکی مغفرت فرمائے۔

پس وہ مومن یا مومنوں میں سے بعض جو گھبرا جاتے ہیں اور جلدی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خدا کے پیاروں کو اتنے دکھ دیئے جارہے ہیں ،اتنی گالیاں دی جارہی ہیں ۔اللہ تعالیٰ کو کوئی خیال نہیں آتا، کیوں خدا ان پر بجلی نہیں گراتا، کیوں انکو نہیں پکڑتا؟ ان کا جواب ہے کہ خدا تعالیٰ بہت ہی غیر معمولی مغفرت فرمانے والا ہے۔ بندوں کی مغفرت کے تصور سے اس کا مغفرت کا تصور بہت بالا ہے وہ بے انتہا رحمت فرمانے والا ہے اس لئے وہ انکو مہلت دیتا چلا جاتا ہے تا کہ وہ استغفار کریں اور توبہ کریں اور وہ خدا تعالیٰ کی مغفرت اور رحمت سے فائدہ اٹھا سکیں ۔لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ کلیۃً بچ کر نکل جائیں گے۔ان کا ایک ایسا دن مقرر ہے اور ایک ایسا عذاب مقدر ہے کہ جس سے وہ کسی طرح کسی پناہ میں نہیں جاسکتے۔کوئی موئل انکے لئے نہیں ہے،کوئی پناہ گاہ انکے لئے باقی نہیں ہے۔

یہ ہے عمومی مضمون قرآن کریم کا جس سے پتہ چلتا ہے کہ نہ صرف یہ کہ تاریخ دہرائی جاتی ہے بلکہ قرآن کریم نے اس تمام تاریخ کو محفوظ بھی فرما لیا ہے اور ہر قسم کی مثل قرآن کریم میں موجود ہے۔اس پہلو سے جب ہم قرآن کریم کا مطالعہ کرتے ہیں تو بیسیوؤں پہلو ہیں انبیاء کے انکار کے اور حق کی مخالفت کے جن کو نہایت ہی لطافت اور نہایت ہی باریکی کے ساتھ بھی خدا نے محفوظ فرمایا ہوا ہے اور کھلے کھلے لفظوں میں ان کے نمایاں پہلو بھی ہمارے کے سامنے کھول کر رکھے ہوئے ہیں۔کوئی پہلو ایسا باقی نہیں ہے جس کا ذکر قرآن کریم میں موجود نہ ہو بلکہ قوموں کا نفسیاتی تجزیہ بھی پیش فرمایا گیا ہے پھر کیوں ان کو غلط فہمی ہوتی ہے؟ کیوں وہ دھوکا کھاتے ہیں۔کیا ان کے مقاصد ہوتے ہیں؟ تمام تفاصیل قرآن کریم میں موجود ہیں لیکن چونکہ وقت کی مجبوری ہے اس لئے میں نے آج کے خطبہ کیلئے چند آیات چنی ہیں جن میں مِنْ كُلِّ مَثَلٍ اللہ تعالیٰ نے چند بنیادی مثلات مذکور فرمادی ہیں۔ایک بات جو بڑی اہم ہے اور جو انسان کے عمومی رویے کا پتہ دیتی ہے کہ

کیوں وہ حق کا انکار کیا کرتا ہے وہ اس آیت کریمہ میں بیان فرمائی گئی:

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ اِذْ قَالُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَيْءٍ ؕ قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِيْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰى نُوْرًا وَّهُدًى لِّلنَّاسِ تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِيْسَ تُبْدُوْنَهَا وَتُخْفُوْنَ كَثِيْرًا ۚ وَعُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنْتُمْ وَلَآ اٰبَآؤُكُمْ ؕ قُلِ اللّٰهُ ۙ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِيْ خَوْضِهِمْ يَلْعَبُوْنَ ﴿۹۲﴾ (الانعام:۹۲)

اور وہ لوگ جو وحی کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں خدا تعالیٰ کسی بشر پر کچھ نازل نہیں فرمائے گا یا نہیں نازل فرمایا کرتا یہاں سے بات چلتی ہے۔ کہتے ہیں ہو ہی نہیں سکتا، بالکل لغو بات ہے کہ خدا تعالیٰ آج کسی انسان کے ساتھ کلام کر رہا ہو۔ ہرگز ایسی کوئی بات نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اس میں محض بندے کا انکار نہیں ہے بلکہ ان کے اس دعوے میں کہ خدا تعالیٰ کلام نہیں کرتا خدا تعالیٰ کی ناقدری اور ناقدر شناسی ہے۔ وہ کیسے خدا کا منہ بند کر سکتے ہیں وہ کیسے خدا تعالیٰ کو باز رکھ سکتے ہیں کلام کرنے سے اگر وہ کلام کرنے کا فیصلہ فرمائے۔ یہ ہوتے کون ہیں جو خدا کے اوپر بندشیں لگانے والے مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ ان جاہلوں کو اللہ کی قدر ہی معلوم نہیں، وہ اس بات کو بھول جاتے ہیں۔ قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِيْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰى ان سے کہہ دو یا تو ان سے کہہ دے کہ اگر یہ بات ہے تو موسیٰ پر جو کتاب آئی تھی اس کو کس نے اتارا تھا۔

یہاں صرف حضرت موسیٰؑ کو ایک مثال کے طور پر پیش فرمایا گیا اس لئے کہ یہاں اہل کتاب بطور اوّل مخاطب ہیں۔ مراد یہ ہے کہ تم خود ایسی کتابوں کے ماننے والے ہو جو پہلے اتاری گئیں۔ کیوں اتاری گئیں؟ کیا ان سے پہلے انبیاء نہیں آئے تھے۔ کیوں وہاں تک بات پہنچ کر نہیں ٹھہر گئی؟ جب تم تسلیم کرتے ہو کہ موسیٰ پر یا کسی ایک نبی پر خدا نے کلام نازل فرمایا تو اس سے پہلے بھی تو خدا کلام نازل فرمایا کرتا تھا۔ اس وقت کے لوگوں کو کیوں یہ حق نہیں تھا کہ وہاں کھڑے ہو جاتے اور کہہ دیتے اب خدا نازل نہیں فرمائے گا پہلوں پر نازل فرما چکا ہے اور اگر پہلے لوگوں کو حق نہیں تھا موسیٰ کے انکار کا تو تمہیں کیا حق ہے محمد مصطفیٰ ﷺ کے انکار کا؟ ایک جاری سلسلہ ہے کہ خدا ہمیشہ بندوں سے کلام کرتا آیا ہے۔ اس لئے جب تم ایک کے کلام کو تسلیم کر لیتے ہو تو دوسرے کے کلام کے

متعلق خدا کے اوپر بندشیں نہیں لگا سکتے اور یہ جو انکار ہے یہاں بشر کی ہتک نہیں بلکہ خدا کی ہتک ہے۔

پھر فرمایا تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِيْسَ تُبْدُوْنَهَا وَ تُخْفُوْنَ كَثِيْرًا کہ تمہارے انکار کی وجہ یہ ہے کہ تم ٹیڑھے ہو چکے ہو اور خدا کی طرف سے جو پہلا کلام تھا خدا کا اس کے ساتھ بھی تم ایسا ہی کام کر چکے ہو جو کجی کا سلوک ہے اور ٹیڑھے پن کا سلوک کر چکے ہو۔ تم اس لائق نہیں ہو کہ خدا کے کلام سے استفادہ کرو ورنہ خدا تعالیٰ کا کلام تو کبھی بند نہیں ہوا کرتا۔ فرمایا دیکھو موسیٰ پر بھی تو کلام نازل ہوا تھا یہ تو تم مانتے ہو لیکن اس کلام سے تم نے کیا کیا؟ تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِيْسَ تم نے اس کو کاغذ کاغذ پرچی پرچی کر دیا۔ ایک نے تم میں سے ایک آیت اٹھائی اور اس کا ایک معنی نکالا کسی اور نے کوئی دوسری اور آیت اٹھائی اور اس کا کوئی اور معنی نکالا اور رفتہ رفتہ ایک کتاب تھی جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی وہ بہتر (۷۲) فرقوں میں تبدیل ہوگئی اور ہر فرقے نے اس کتاب کی بعض آیات کو پکڑ لیا اور بعض کو چھوڑ دیا۔ تم نے کتاب کے ساتھ تفریق کرنی شروع کر دی یہاں تک کہ اس کی وحدت ختم ہوگئی، بظاہر وہ ایک کتاب رہی لیکن فی الحقیقت ہر فرقے نے اس میں سے بعض چیزوں کو اپنے لئے اخذ کر لیا اور بعض کو دوسروں کے لئے چھوڑ دیا، بعض آیات کا ایک مفہوم کسی ایک فرقے نے لے لیا اور دوسرا مفہوم دوسرے فرقے نے لے لیا۔ تو ایک کتاب ہوتے ہوئے بھی قَرَاطِيْسَ بن گئی۔ فرمایا جب تمہارا یہ حال ہے تو تم دراصل نہ خدا کی قدر کرنے والے ہو، نہ خدا کے کلام کی قدر کرنے والے ہو، اگر تم اللہ کی قدر کرتے اور اس کی اہمیت تمہارے ذہنوں میں ہوتی اور اس کا ادب ہوتا تمہارے دلوں میں تو خدا کے کلام پر قدغن لگانے کا تم سوچ بھی نہیں سکتے تھے اور نہ ہی گھر بیٹھے یہ فیصلہ کرتے کہ اب خدا کسی سے کلام نہیں کرے گا۔ اگر خدا کی کوئی قدر ہوتی تو تم اس کے کلام کا یہ حال نہ کرتے اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور اس کے نتیجہ میں خود ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔

وَعُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنْتُمْ وَلَآ اٰبَآؤُكُمْ اور تمہیں بھی تو خدا نے ایسا علم دیا تھا جو تم نہیں جانتے تھے۔ نہ تم اس سے واقف تھے نہ تمہارے آباء واجداد واقف تھے، کون تھا وہ علم دینے والا؟ قُلِ اللّٰهُ ۙ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِيْ خَوْضِهِمْ يَلْعَبُوْنَ پھر ان کو چھوڑ دو یہ بات کہہ کر کہ یہ تمہارا حال ہے پھر خدا جو چاہے ان سے سلوک کرے فِيْ خَوْضِهِمْ يَلْعَبُوْنَ وہ اپنے ٹھٹھے، مذاق اور تمسخر میں بے شک بھٹکتے اور کھیلتے رہیں۔

یہ جو اہل کتاب کو مخاطب کر کے یہ فرمایا تُبْدُوْنَهَا وَ تُخْفُوْنَ كَثِيْرًا اس میں ایک اور کجی کا پہلو بھی بیان فرمادیا گیا کہ وہ بعض چیزوں کو تو ظاہر کرتے ہیں اور بعض کو چھپاتے ہیں۔ یعنی جانتے ہوئے جن چیزوں پر ایمان لاتے ہیں ان میں سے بھی بعض کو ظاہر کرتے ہیں اور بعض کو چھپاتے ہیں، یہ پہلی کجی کے علاوہ ایک اور بات ہے جو بیان فرمائی گئی ہے ایک تو یہ ہے کہ بعض نے بعض آیات کو پکڑا مثلاً نور والی آیت کو پکڑ لیا اور نورانی ہوگئے اور اس کے نتیجہ میں ایک ایسا فرقہ بنالیا جس کا یہ عقیدہ تھا کہ آنحضرت ﷺ نور تھے بشر نہیں تھے اور ایک دوسرے فرقے نے بشر والی آیت کو پکڑ لیا اور یہ عقیدہ گھڑ لیا کہ بشر تھے، نور نہیں تھے۔ اس کو تو کہتے ہیں قَرَاطِيْسَ یعنی قرطاس کی بجائے اسے کاغذ کاغذ، پرچی پرچی کر دیا اسی طرح بعض آیات کو ایک عقیدہ والے پکڑ کر بیٹھ گئے بعض آیات کو دوسرے عقیدہ والے پکڑ کر بیٹھ گئے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تُبْدُوْنَهَا وَ تُخْفُوْنَ كَثِيْرًا تم اپنے مطلب کی باتیں ظاہر کرتے ہو اور اپنے مطلب کے خلاف باتوں کو چھپا لیتے ہو۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ تم میں سے ہر ایک کے پاس بہت تھوڑا رہ گیا ہے یہ ایک بہت ہی اہم نکتہ ہے جسے سمجھنا چاہئے۔ جب مذاہب میں تفریق ہو جاتی ہے بٹ جاتے ہیں فرقوں تو یہ نہیں ہوا کرتا کہ ہر فرقے کے پاس اکثر موجود رہتا ہے اور تھوڑا ہے جسے وہ چھوڑتے ہیں۔ جو ان کے پاس ہوتا ہے اسے تو وہ ظاہر کرتے ہیں جو نہیں ہوتا اس کو چھپاتے ہیں تو فرمایا تُبْدُوْنَهَا وَ تُخْفُوْنَ كَثِيْرًا کچھ اس میں سے کو تم ظاہر بھی کرتے ہو لیکن اکثر حصہ کو چھپا جاتے ہو جس کا مطلب ہے حق کے وہ تمام پہلو جو تمہیں پسند نہیں ہیں ان کو تم چھپاتے ہو اور وہ پہلو اکثر ہیں یعنی حق میں سے تھوڑا تمہیں پسند آتا ہے اور باقی اکثر سے تم محروم بیٹھے ہوئے ہو ورنہ اس کو چھپاؤ نہیں۔

یہ حال آج بھی ہم اسی طرح دیکھ رہے ہیں۔ ہر فرقے کے پاس قرآن کی سچائیوں میں سے تھوڑی باقی رہ گئی ہے باقی اور اکثر ان کے عقائد توہمات اور رسومات میں بدل چکے ہیں۔ ان کے تصورات کے اکثر پہلو بدل چکے ہیں۔ کسی ایک فرقہ کو آپ لے لیجئے اس سے خدا کا تصور معلوم کیجئے، رسول کا تصور معلوم کیجئے، انبیاء کا تصور معلوم کیجئے، کتب الٰہی کا تصور معلوم کیجئے غرضیکہ کے ایمانیات کے تمام پہلوؤں پر ان سے گفتگو کریں ہر پہلو میں آپ بگاڑ دیکھیں گے۔ مثلاً ملائکۃ اللہ کے وجود ہی کو مسخ کر دیا گیا ہے یعنی ایسا تصور پیش کرتے ہیں جسے دنیا کا کوئی انسان جو فطرت سلیمہ اور

فطرت صحیحہ رکھتا ہو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ۔تو اکثر چیزوں میں بگاڑ ہے تبھی فرمایا تُبۡدُوۡنَهَا تم اس میں سے تو ظاہر کرتے ہو کچھ وَتُخۡفُوۡنَ كَثِيۡرًا اکثر کو تم چھپا لیتے ہو۔ایک آیت کو ظاہر کر دیا اور دس آیات کو چھپا لیا۔ ہر مضمون کے ساتھ پھر یہی سلوک جاری رہتا ہے۔

مثلاً قرآن کریم میں خاتم النبیین کی جو آیت نازل ہوئی اس کو ہر سٹیج پر چڑھ کے اور ہر منبر سے بیان کرتے ہیں اور مَعَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰهُ عَلَيۡهِمۡ (النساء:۷۰) والی آیت کو چھپاتے ہیں اسکو ظاہر نہیں کرتے، اس کا ذکر ہی نہیں کرتے ۔اَللّٰهُ يَصۡطَفِىۡ مِنَ الۡمَلٰۤـئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ (الحج:۷۶)والی آیت کو چھپاتے ہیں اور اس کا کچھ ذکر نہیں کرتے مِيۡثَاقَ النَّبِيّٖنَ (آل عمران:۸۲) والی آیت کو چھپا لیتے ہیں اور اس کا کچھ ذکر نہیں کرتے اِنَّ الَّذِيۡنَ قَالُوۡا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسۡتَقَامُوۡا تَتَنَزَّلُ عَلَيۡهِمُ الۡمَلٰۤـئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوۡا (حم السجدہ:۳۱) والی آیت کا ذکر نہیں کرتے اس کو چھپا لیتے ہیں۔غرضیکہ جہاں بھی رسالت کے ایسے مفہوم کو قرآن کریم بیان فرما رہا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی غلامی میں جو لوگ ترقی کرتے ہیں اور جو اطاعت میں ترقی کرتے ہیں ان پر نہ وحی بند ہے اور نہ رسالت بند ہے یعنی غلامانِ محمد مصطفیٰ ﷺ کے لئے کچھ بھی بند نہیں۔ غلامانِ محمد مصطفیٰ ﷺ پر سب کچھ بند کرنے لئے ایک آیت کا ایک مفہوم انہوں نے بنا لیا ہے وہ پکڑ کے بیٹھ گئے ہیں اور وہ تمام آیات جن میں ان کے غلط مفہوم کی نفی ہے۔ان کو چھپاتے لیتے ہیں تُبۡدُوۡنَهَا وَتُخۡفُوۡنَ كَثِيۡرًا۔

پس جس پہلو سے بھی دیکھیں ان آیات میں بڑی تفصیل کے ساتھ آج کی قوم کا نقشہ کھینچا ہوا ہے۔حدیثوں سے بھی یہی سلوک ہے۔ایک ٹیڑھا پن ہے طبیعت کا جو ہر جگہ وہی منظر دکھاتا ہے۔ چنانچہ جہاں آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تیس دجال آئیں گے وہ جھوٹے ہونگے ان میں سے ہر ایک یہ سمجھے کہ میں نبی اللہ ہوں حالانکہ وہ نبی اللہ نہیں ہے (صحیح مسلم کتاب الفتن حدیث نمبر ۵۲۰۵)،اس حدیث کا تمام مساجد سے تمام منبروں سے تمام جلسوں پر اس میں بہت زیادہ غلو کے ساتھ ذکر کرتے چلے جاتے ہیں،کرتے چلے جاتے ہیں اور وہ ساری حدیثیں چھپا جاتے ہیں جن میں اس مضمون کی وضاحت موجود ہے۔مثلاً یہ ذکر نہیں کریں گے اس وقت کہ آنحضرت ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ عیسیٰ ابن مریم نبی اللہ کے طور پر آئے گا آپؐ نے یہ بھی فرمایا ہے دجال آئیں گے مگر عیسیٰ کو دجال نہ

سمجھ بیٹھنا۔ مسیح ابن مریم جب آئے گا اور نبی اللہ ہونے کا دعویٰ کرے گا تو میرے اور اس کے درمیان کوئی نبی نہیں ہے (ابوداؤد کتاب الملاحم باب خروج الدجال حدیث نمبر: ۳۷۶۶)۔ اس کو کہیں دجال والی حدیث کی صف میں نہ لپیٹ دینا۔ پھر فرمایا تم پر بات کھول دینی چاہئے تمہارے دماغ ایسے ہیں کہ میں خوب کھول کر بتا دیتا ہوں مسیح ابن مریم آئے گا نبی اللہ ہوگا، نبی اللہ ہوگا، نبی اللہ ہوگا ایک ہی حدیث میں چار مرتبہ اس کے لئے نبی اللہ کا لفظ استعمال فرمایا (مسلم کتاب الفتن حدیث نمبر: ۵۲۲۸)۔ پھر فرمایا کہ میرا بیٹا ابراہیم اگر یہ زندہ رہتا تو ضرور نبی اللہ بنتا اور صدیق نبی کہلاتا (ابن ماجہ کتاب الجنائز حدیث نمبر: ۱۴۹۹)۔ یہ ساری حدیثیں چھپائے بیٹھے ہیں۔ کیوں ان کا ذکر نہیں کرتے جرات کے ساتھ۔ جب وہ دجال والی حدیث یاد آتی ہے تو ساتھ یہ آنحضرت ﷺ کے جو اپنے ارشادات ہیں یہ کیوں بھول جاتے ہیں۔ تو قرآن کریم سے بھی وہی سلوک کر رہے ہوتے ہیں جس پر قرآن نازل ہوا اس سے بھی وہی سلوک کر رہے ہوتے ہیں۔ جو اس سے پہلے گزشتہ قوموں نے کیا تھا قدم بقدم وہی چیزیں دہرا رہے ہیں۔

پھر یہ تو یاد آجاتا ہے کہ دجّال کہا ہے بعض جھوٹے دعویداروں کو لیکن یہ کیوں ذکر نہیں کرتے کہ یہ بھی فرمایا ہے۔ **علماء هم شر من تحت اديم السماء** (مشکوۃ کتاب العلم الفصل الثالث) اس زمانہ کے علماء آسمان کے نیچے بدترین مخلوق ہونگے اور یہ ان کو بھول جاتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ ان سے ہی فتنے پھوٹیں گے اور ان میں ہی واپس لوٹ جائیں گے۔ پھر یہ بھی بھول جاتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب اختلافات ہوں گے تو سادہ لوح مسلمان اپنے مولویوں کے پاس جائیں گے کہ ان سے فیصلے کروائیں۔ **فَاِذَا هُم قِرَدَةً وَّ خَنَازِيُر** (کنزالعمال) حیرت سے کیا دیکھیں گے کہ وہاں تو سور اور بندر ہیں۔

چنانچہ یہ حدیثیں بھی تو چھپا جاتے ہیں اور یہ حدیثیں قرآن کریم میں جن آیات سے اخذ ہوئی ہیں جہاں ان کی بنیادیں ہیں ان پر بھی ہاتھ رکھ کر بیٹھ جاتے ہیں **شر من تحت اديم السماء** کا مطلب کیا ہے کیا یہ رسول کریم ﷺ کا اپنا محاروہ ہے یا قرآن نے اس کی وضاحت فرمائی ہے قرآن کریم سے پتہ چلتا ہے اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنۡدَ اللّٰهِ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا فَهُمۡ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ ۝ (الانفال: ۵۶) کہ جب جانوروں اور زندہ لوگوں کے متعلق **شر من تحت اديم السماء** کہا

جاتا ہے تو قرآن کہتا ہے شَرَّ الدَّوَآبِّ عام چلنے پھرنے والوں میں سب سے زیادہ شریر اور گندہ جانور وہ ہے جو خدا کے نزدیک جو آنے والے کا کفر کرے اور اس کا انکار کر دے فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ اور ماننے پر آمادہ ہی نہ ہو کسی طرح اور تیار ہی نہ ہو اس بات پر تو شَرَّ الدَّوَآبِّ اور شــر من تــحــت ادیم السمـاء کے ایک ہی معنی ہیں، ایک ہی معنوں میں دو محاورے استعمال ہوئے ہیں وہ بھی چھپا جاتے ہیں۔ پس قوم کو متنبہ کرنا چاہئے کہ بھئی خطرہ محسوس کرو قرآن نے خبر دی بڑے شریر لوگوں کی آنحضرت ﷺ نے بتا دیا ہے کہ کہاں ملیں گے وہ۔ قرآن نے اصولی تعلیم دی ہے حضرت رسول کریم ﷺ نے انگلی رکھ دی کہ یہ وہ لوگ ہیں۔

تو دجال والی حدیثیں یا د رہ جاتی ہیں اور اپنے متعلق جو شریر کا لفظ اور آسمان کے نیچے بدترین مخلوق کے لفظ آنحضرت ﷺ نے فرمائے ہیں وہ چھپا جاتے ہیں اور یاد کرواؤ تو غصہ آتا ہے کہتے ہیں ہم تمہیں ماریں گے تم کیسی باتیں ہمیں یاد کرواتے ہو۔ پھر جب ہم دیکھتے ہیں وہ کیا مطلب ہے سؤر اور بندر کا تو اس کے متعلق قرآن میں ہمیں آیت ملتی ہے۔ مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيْرَ وَعَبَدَ الطَّاغُوْتَ (المائدہ:۶۱) یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے۔ اللہ کا غضب ان پر نازل ہوا ہے اور ان میں سے خدا تعالیٰ نے بندر بھی بنا دیئے اور سؤر بھی بنا دیئے ہیں تو کیسے بندر اور کیسے سور ہیں یہ کن لوگوں میں ملیں گے؟ جس پر وحی نازل ہو رہی ہے اس کو خدا تعالیٰ نے بتایا ہے کہ کن لوگوں میں ملیں گے۔ چنانچہ وہ اصدق الصادقین سب سچے انسانوں سے بڑھ کر سچ بولنے والے نے فرمایا ہے کہ ان کو اس وقت مولویوں میں تلاش کرنا۔ جب فتنے پھیلیں گے، اختلافات ہونگے تو لوگ ہدایت کی غرض سے مولوی کے پاس جائیں گے تو تم دیکھنا وہاں سور اور بندر ہونگے۔ تو قرآن جو اصولی تعلیم دے رہا ہے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ انگلیاں اٹھا اٹھا کر دکھا رہے ہیں کہ کون وہ لوگ ہیں، کہاں تمہیں ملیں گے اور یہ پڑھتے ہیں ان کتابوں کو اور چھپا جاتے ہیں تُبْدُوْنَهَا وَتُخْفُوْنَ كَثِيْرًا کی کیسی عجیب مثال ہے۔ غرضیکہ ہر پہلو سے وہ چیزیں جو پہلی قوموں نے کیں ان کو آج کی قومیں بھی دہرا رہی ہیں۔

پھر قرآن کریم فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ ۙ وَّيُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ۙ﴿۱۵۱﴾ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا ۚ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿۱۵۲﴾

(النساء ۱۵۱۔۱۵۲)

وہ لوگ جو انکار کرتے رہے ہیں ہمیشہ اَلَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ جو خدا کا انکار کیا کرتے ہیں اور اس کے رسولوں کا انکار کرتے ہیں ۔ اور وہ چاہتے ہیں کہ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان فاصلے ڈال دیں تفریق کردیں وَيَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ اور کہتے ہیں کہ بعض پر تو ہم ایمان لائیں گے اور بعض کا انکار کریں گے وَّيُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا اور چاہتے ہیں اپنی مرضی سے بیچ کی راہ پکڑ لیں جس کو چاہیں مان لیں جس کو چاہیں انکار کردیں اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا یہی وہ لوگ ہیں جو خدا کے نزدیک پکے کافر ہیں وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا اور ہم نے کافروں کے لئے عذاب مھین مقرر فرمایا ہے۔

یہ بھی عجیب قرآن کریم کی آیت ہے تاریخ کا ایک ایسا پہلو اس میں محفوظ کیا گیا ہے جو ہمیشہ سے اسی طرح چلا آرہا ہے اور ہر دفعہ قوم اس پہلو کو دہراتی ہے اور نہیں سمجھتی کہ دراصل جب ہم نبیوں میں تفریق کرتے ہیں تو اللہ اور اس کے نبیوں میں تفریق کر رہے ہوتے ہیں يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ہم خدا اور اس کے بھیجے ہوؤں کے درمیان حائل ہونا چاہتے ہیں یہ مراد ہے۔ جب وہ کہتے ہیں کہ بعض کو ہم مانیں گے اور بعض کو نہیں مان گے تو گویا خدا اور نبیوں کے درمیان پہرے بیٹھ گئے بعض کی وحی نہیں پہنچنے دیں گے اور بعض کی آگے جاری کردیں گے گویا کہ خدا اور رسولوں کے درمیان انسپکٹر بیٹھ گئے ہیں اور وہ بیچ میں تفریق ڈالنے والے بیٹھ گئے ہیں۔ یہ بہت ہی باریک نکتہ ہے اور بہت لطف آتا ہے اس پر غور کرنے سے کہ بظاہر تو یہ سمجھ آجاتی ہے کہ نبیوں کے درمیان فرق کر رہے ہیں، یہ تو عام بات ہے لیکن خدا تعالیٰ اس کا تجزیہ یہ کر رہا ہے کہ یہ دراصل نبیوں

کے درمیان فرق نہیں ہے بلکہ یُفَرِّقُوْا بَیْنَ اللّٰہِ وَ رُسُلِہٖ اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان ایک فرق پیدا کر دیا گیا ہے اور بیچ میں کچھ پہرے دار بیٹھ گئے ہیں کہ ہماری مرضی سے وحی جائے گی ہماری مرضی سے وحی رکے گی۔ جس کے متعلق ہم چاہیں گے جاری کریں گے اور جس کے متعلق کہیں گے نہیں ، وہ نہیں جاری ہو سکے گی اور اس میں اہم نکتہ یہ ہے کہ خدا اور بندے کے درمیان کوئی چیز ہے ہی نہیں آ ہی نہیں سکتی اس لئے حتمی طور پر اور یقینی طور پر کوئی شخص یہ کہہ ہی نہیں سکتا کہ خدا نے کسی سے کلام کیا تھا کہ نہیں کیا تھا، وہ مقام خوف ہے، مقام ادب بھی ہے وہاں زبان نہیں کھلنی چاہئے۔ چنانچہ قرآن کریم اس مقام سے متعلق ایک دوسری جگہ فرماتا ہے وَاِنْ یَّكُ كَاذِبًا فَعَلَیْهِ كَذِبُهٗ (المومن:۲۹) زیادہ سے زیادہ تمہیں یہ فکر ہو سکتی ہے کہ جھوٹ بول رہا ہوگا۔ جھوٹ بولا ہے تو نہ مانو اور جہاں تک جھوٹ کا تعلق ہے اس کے جھوٹ کا وبال تم پر کیسے پڑسکتا ہے جو تمہیں تکلیف ہو رہی ہے جو جھوٹا ہے وہ اپنا وبال آپ اٹھائے گا اپنی قبر میں آپ پڑے گا اور خود اپنی موت مرے گا۔ فَعَلَیْهِ كَذِبُهٗ خدا کوئی ناانصاف تو نہیں کہ اس کے جھوٹ کا عذاب تمہیں دے دے اس لئے تمہیں ساری کیا تکلیف ہو رہی ہے۔ تم کہہ دو ہمیں نہیں دل میں تسلی ہوتی ہم نہیں مانتے چپ کر کے بیٹھ جاؤ لیکن یہ بیچ میں جا بیٹھو خدا اور اس کے رسولوں کے درمیان اور یہ فیصلہ کرو کہ ہم تفریق کریں گے۔ بعضوں کو خدا کا رسول قرار دیں گے اور بعضوں کو کہیں گے ہمیں علم ہے ہم بیچ میں بیٹھے ہوئے تھے ہم نے تفریق کی ہوئی ہے ان کو ہم نہیں مانتے۔ فرمایا یہ نہیں ہو سکتا مگر یہ ہوتا ہے کرتے اس طرح ہو اپنی طرف سے۔ یہ جائز نہیں ہے مگر کرتے ہو اور بعینہ یہی حال ہم آج بھی دیکھ رہے ہیں۔

پھر خدا تعالیٰ فرماتا ہے یٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ ۚ مَا يَأْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ (یٰس:۳۱) کیسی حسرت ہے بندوں فرمایا مَا يَأْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ کوئی رسول ان کے پاس نہیں آتا مگر اس کے ساتھ ٹھٹھا اور مذاق اور تمسخر کرتے ہیں اور آج پاکستان میں اور پاکستان سے باہر دنیا کے مختلف ملکوں میں بھی جو کچھ ہو رہا ہے وہ آپ کے سامنے ہے۔ ان کے پاس کوئی دلیل نہیں سوائے تمسخر کے۔ نہایت بے ہودہ سرائی اور پھر یہ بھی نہیں سوچتے کہ جو بات ہم کہہ رہے ہیں اس کی زد کس پر پڑتی ہے اور اس تمسخر کے نتیجہ میں ہم

قرآن اور آنحضرت ﷺ کے دشمنوں کے ہاتھ کس طرح مضبوط کر رہے ہیں اور وہاں بھی کوئی نئی چیز نہیں لاتے پہلوں کے تمسخر کو ہی دہرا رہے ہیں۔

اس تفصیل سے تاریخ دہرا رہی ہے اپنے آپ کو کہ حیرت ہوتی ہے۔ جتنے تمسخر عیسائی دشمنوں نے یا آریہ دشمنوں نے یا دیگر دشمنوں نے آنحضرت ﷺ یا قرآن کریم سے کئے ہیں ایک ایک کو آپ اٹھا کر دیکھ لیں وہ سارے دہرائے جارہے ہیں، ایک بھی نہیں چھوڑ رہے اور جو اس سے پہلے گزشتہ انبیاء کے ساتھ تمسخر ہوا کرتے تھے وہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ ظالم کرتے رہے تو اس لحاظ سے بھی تفصیل کے ساتھ یہ تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہوئی دکھائی دے رہی ہے۔

پھر خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان کے انکار کی بہت سی وجوہات ہیں اور ان وجوہات میں سے تکبر بھی ہے اور خوف بھی ہے اور شرک بھی ہے اور خدا تعالیٰ مختلف جگہوں، مختلف آیات میں ان سب امور کو الگ بیان فرماتا ہے۔ چنانچہ جہاں تک عام لوگوں کا تعلق ہے فرماتا ہے۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا یُنَادَوۡنَ لَمَقۡتُ اللّٰہِ اَکۡبَرُ مِنۡ مَّقۡتِکُمۡ اَنۡفُسَکُمۡ اِذۡ تُدۡعَوۡنَ اِلَی الۡاِیۡمَانِ فَتَکۡفُرُوۡنَ ﴿۱۱﴾ (المومن:۱۱)

کہ وہ لوگ جنہوں نے انکار کیا ہے انہیں پکارا جائے گا اور وہ متنبہ کئے جائیں گے لَمَقۡتُ اللّٰہِ اَکۡبَرُ مِنۡ مَّقۡتِکُمۡ اَنۡفُسَکُمۡ کہ تم آپس میں ایک دوسرے کے ڈر سے خوف سے منکر ہو گئے، ایک دوسرے کے ایذا رسانی کے ڈر سے منکر ہو گئے ہم تمہیں بتاتے ہیں اللہ زیادہ اس بات کا حق دار ہے کہ اس کا خوف کیا جائے اس کی پکڑ اور اس کی ناراضگی زیادہ بڑی ہوگی اور زیادہ سخت ہوگی اِذۡ تُدۡعَوۡنَ اِلَی الۡاِیۡمَانِ فَتَکۡفُرُوۡنَ جب تم ایمان کی طرف بلائے جاتے ہو اور انکار کر رہے ہوتے ہو لوگوں کے خوف سے تو یہ بات یاد رکھ لیا کرو اور اکثر احمدی جانتے اور احمدیوں میں سے شاید ہی کوئی ہو جس کو یہ تجربہ نہ ہوا ہو کہ جب وہ گفتگو کرتا ہے جب وہ دلائل سے سمجھا لیتا ہے تو بہت سے لوگ معذرت کرتے ہیں کھلی کھلی، کہتے ہیں دیکھو ہم میں طاقت نہیں ہے لوگوں کی دشمنیاں مول لینے کی، ہمارا خاندان بڑا ہے، ہمارے علاقے کا مولوی کرخت ہے، ہمارے

ہاں احمدیت کی ایسی دشمنی پائی جاتی ہے، ہماری برادری بڑی سخت ہے اور قوی ہے اس لئے ہمیں تم کمزور سمجھو لو ہم ایمان نہیں لا سکتے ، ہاں ہم جانتے ہیں کہ تم سچے ہو قرآن کریم نے اس پہلو کو بھی باقی نہیں چھوڑا خوب کھول کھول کر بیان فرما دیا۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلَىٰ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَإِلَى الرَّسُولِ قَالُوا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا ۚ أَوَلَوْ كَانَ آبَاؤُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ شَيْئًا وَلَا يَهْتَدُونَ ۝ (المائدہ:۱۰۵)

اور جب ان کو بلاتے ہیں حق کی طرف تو کہتے ہیں۔ جو ہمارے ماں باپ کا مذہب ہے وہ کافی ہے، جی آپ ہمیں نہ چھیڑیں، جو ماں باپ سے ہم نے پالیا ٹھیک ہے، راضی ہیں اس پر، تم کیوں ہمیں تبدیل کرتے ہو اور اسی میں سے ایک اشتعال کا پہلو نکال لیتے ہیں کہتے ہیں ہمارے ماں باپ جھوٹے تھے؟ تم اور تمہاری ایسی تیسی تم ہوتے کون ہو ہمارے ماں باپ کا مذہب بدلوانے والے! قرآن کریم میں فرماتا ہے أَوَلَوْ كَانَ آبَاؤُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ شَيْئًا قطع نظر اس کے کہ ان کے ماں باپ کو کوڑی کا بھی کچھ علم نہ ہو یہ دلیل وہ پکڑ لیتے ہیں اور اس میں لطف کی بات یہ ہے کہ جاہل بھی اس دلیل کو لیتے ہیں اور عالم بھی اس دلیل کو لیتے ہیں۔ ایسا شخص بھی آپ کے سامنے یہ دلیل رکھے گا جس کی کئی پشتوں میں کوئی پڑھا لکھا آدمی ہی موجود نہ ہو۔ مذہب سے کلیۃً لا بلد اور لاعلم اور کچھ بھی انکو پتہ نہیں اور جب آپ ان کو کہتے ہیں کہ یہ رستہ اختیار کرو ہدایت کی طرف آؤ تو کہتے ہیں ہمارے ماں باپ کا مذہب ٹھیک تھا۔ ایسے بھی ہیں جنہوں نے ماں باپ کو دیکھا بھی نہیں اور اس کے باوجود ماں باپ کا مذہب ٹھیک ہے تو قرآن کریم فرماتا أَوَلَوْ كَانَ آبَاؤُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ شَيْئًا لَا يَعْلَمُونَ شَيْئًا وَلَا يَهْتَدُونَ ہے خواہ خود بھی گندے لوگ ہوں ان کے والدین، ایسا بھی ہوتا ہے، ظالم بھی ہوں، لاعلم بھی ہوں تب بھی یہ دلیل وہ تمہیں ضرور دیں گے۔

پھر قرآن کریم فرماتا ہے کہ ایک ان کو تعجب ہوتا ہے کہ ہم جیسوں میں خدا تعالیٰ کیسے وحی نازل فرما سکتا ہے۔ ایک یہ بھی وجہ ہے ان کے انکار کی کیونکہ ان کا تعلق خدا سے کٹ چکا ہوتا ہے۔ وہ

کلیۃً خدا سے وہ تعلق توڑ بیٹھے ہوتے ہیں۔ نہ ان کو سچی خوابیں آرہی ہوتی ہیں، نہ ان کو کشف ہوتے ہیں، نہ ان کو الہام ہوتا ہے اور نہ ان کو اس میں کوئی دلچسپی ہوتی ہے کہ خدا ان سے کلام کرے تو جب وحی نازل ہوتی ہے تو کہتے ہیں۔ ءَاُلْقِیَ الذِّکْرُ عَلَیْہِ مِنْۢ بَیْنِنَا بَلْ ھُوَ کَذَّابٌ اَشِرٌ ﴿۲۶﴾ (القمر:۲۶) کہ ہمارے جیسے لوگوں میں خدا کلام کردے! بڑا ہی جھوٹا ہے پکا جھوٹا ہے۔ خود کذاب ہوتے ہیں، خود گندے لوگ ہوتے ہیں، خدا سے تعلق کاٹے ہوئے ہوتے ہیں اس لئے ان کی سمجھ میں آ ہی نہیں سکتا کہ ہماری سوسائٹی ہم جانتے ہی نہیں کیسی ہے! کس حال میں بس رہی ہے؟ اور یہ آیا ایک شخص اسی میں سے اٹھ کر کہتا ہے مجھ سے خدا نے کلام شروع کر دیا ہے!

سَیَعْلَمُوْنَ غَدًا مَّنِ الْکَذَّابُ الْاَشِرُ ﴿۲۷﴾ (القمر:۲۷) یہ تو آنے والا وقت بتائے گا کون جھوٹا ہے اور کون، شریر اور کون فاسق و فاجر ہے؟ اور آنے والا وقت بتادے گا اور کھول دے گا اس بات کو۔

پھر قرآن شریف فرماتا ہے کہ یہ جو انکار کرنے والے لوگ ہیں وحی کا یا نبوت کا یہ دراصل وہی لوگ ہیں کہ جب کس کے وقت میں ہوتے ہیں یعنی گزشتہ زمانے میں جب بھی انبیاء آئے اس زمانے میں کچھ ایسے لوگ ہوا کرتے تھے جو ضرور انکار کرتے تھے اور ضرور مخالفت کرتے تھے۔ یہ وہی لوگ ہیں، پہچان لو ان کو کیونکہ پہلے لوگوں نے ایسا ہی کیا تھا اور جب وہ آکر چلا گیا تو وہاں بھی پھر انہوں نے غلو اختیار کیا، پہلے جھوٹا کہا انکار کیا، پتھراؤ کیا اس کو سزائیں دینے کی کوشش کی اور جب وہ آکر چلا گیا تو کہنے لگے اب خدا کسی کو نہیں بھیجے گا۔ اس زمانے میں اس سے چھٹی کرلی اور اس کے جانے کے بعد مانا اگلی نسلوں نے اور اس شرط کے ساتھ مانا کہ اس کو تو اب مان بیٹھے ہیں اب آئندہ کسی اور کو نہیں ماننا تو انکار کی سرشت ہے ان کے اندر فرمایا:

وَلَقَدْ جَآءَکُمْ یُوْسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَیِّنٰتِ فَمَا زِلْتُمْ فِیْ شَکٍّ مِّمَّا جَآءَکُمْ بِہٖ ؕ حَتّٰۤی اِذَا ھَلَکَ قُلْتُمْ لَنْ یَّبْعَثَ اللّٰہُ مِنْۢ بَعْدِہٖ رَسُوْلًا ؕ (المومن:۳۵)

تم میں سے اس سے پہلے یوسفؑ بھی تو آیا تھا، بڑے کھلے کھلے نشان لے کر آیا تھا، جب تک وہ زندہ

رہا تم شک میں ہی پڑے رہے، مسلسل اس کا انکار کیا اسے جھوٹا سمجھا۔ حَتّٰۤی اِذَا هَلَكَ ہاں جب وہ ایک تاریخ کا حصہ بن گیا جب وہ جاتا رہا تم سے قُلْتُمْ لَنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِهٖ رَسُوْلًا تم نے یہ فیصلہ کیا کہ اب خدا کسی کو نہیں بھیجے گا یعنی اس سے بمشکل جان چھڑائی اور ماننا بھی اس وقت جبکہ آ کے جاچکا تھا، کوئی فائدہ نہیں اٹھایا اور مانا اس شرط کے ساتھ کہ اچھا اس کو تو ہم مان گئے ہیں لیکن آئندہ کسی کو نہیں ماننا۔ فرمایا جو یہ سرشت لے کر زندہ رہتے ہیں ان سے تو ایمان لانے کی توقع تو بالکل عبث بات ہے۔ پھر فرماتا ہے:

قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ هَلْ تَنْقِمُوْنَ مِنَّاۤ اِلَّاۤ اَنْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَاۤ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ ۙ وَاَنَّ اَكْثَرَكُمْ فٰسِقُوْنَ ۝

(المائدہ:۶۰)

یہاں سے ایک اور مضمون شروع ہو جاتا ہے لیکن اس کے متعلق میں انشاء اللہ آئندہ بیان کروں گا۔ اس کا ایک پہلو ایسا ہے جس کو اب میں اس وقت بیان کرتا ہوں فرمایا:

قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ هَلْ تَنْقِمُوْنَ مِنَّاۤ اِلَّاۤ اَنْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَاۤ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ ۙ وَاَنَّ اَكْثَرَكُمْ فٰسِقُوْنَ ۝

لفظی ترجمہ اس کا یہ ہے کہ اے اہل کتاب! کیا تم ہم سے یہ بات بری مناتے ہو کہ ہم ایمان لے آئے ہیں اللہ پر اور اس چیز پر جو ہماری طرف اتاری گئی اور ہم سے پہلے اتاری گئی باوجود اس کے کہ تم میں سے اکثر فاسق اور فاجر ہیں، فسق کرنے والے ہیں۔ اس آیت میں تین حصے بیان ہوئے ہیں ایک ہے تَنْقِمُوْنَ مِنَّاۤ تم ہم سے بہت ناراض ہو، کیسے وہ ناراض ہوتے تھے کیا کیا وہ حرکتیں کرتے تھے ان کا ذکر انشاء اللہ آئندہ کیا جائے گا۔ دوسرا پہلو یہ بیان فرمایا کہ ہمارا قصور یہ ہے کہ ہم ایمان لے آئے ہیں اللہ پر وَمَاۤ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ ہم اللہ پر ایمان لے آئیں ہیں اور جو ہم سے پہلے اتارا گیا تھا اس کو بھی مان گئے ہیں۔ یہ بھی بڑا عجیب پہلو ہے وَمَاۤ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ پہ عموماً لوگ غور نہیں کرتے۔ اس بات پر تو انسان کو سمجھ آجاتی ہے کیوں دشمن ناراض ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کو تسلیم کر لیا۔ اہل کتاب تھے پہلے نبیوں کو مانتے تھے جو پہلے اتارا گیا تھا اس کو ماننے پر تو ان کو کوئی غصہ نہیں آنا چاہئے لیکن آنحضرت ﷺ کو ماننے پر ان کو غصہ آنا

چاہئے مگر قرآن کریم یہ عجیب دعویٰ کر رہا ہے فرماتا ہے: اَنۡ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ اللہ پر ہم ایمان لے آئے وَمَاۤ اُنۡزِلَ مِنۡ قَبۡلُ اور جو پہلے اتارا گیا تھا جس کی تم خود تصدیق کرتے ہو اس کو ماننے پر بھی تمہیں غصہ آرہا ہے۔ یہ پہلو جو ہے اس کے متعلق میں انشاءاللہ آئندہ بیان کروں گا۔

اور ایک تیسرا دعویٰ یہ کیا گیا ہے کہ وَاَنَّ اَكۡثَرَكُمۡ فٰسِقُوۡنَ باوجودیکہ تم میں سے اکثر فاسق و فاجر لوگ ہیں۔ اس کا کیا تعلق اس مضمون سے؟ تعلق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ غصہ اگر تو تمہیں اللہ تعالیٰ کی محبت کی وجہ سے آتا ہے اور اگر تمہارا یہ دعویٰ ہے کہ تم دین میں بگاڑ نہیں دیکھنا چاہتے تو پھر تمہارے عمل بالکل پاک صاف ہونے چاہئیں۔ یہ عجیب بات ہے کہ اپنے اندر بگاڑ دیکھنا چاہتے ہو اور دوسروں میں بگاڑ نہیں دیکھنا چاہتے۔ اپنے اعمال گلے سڑے ہیں جھوٹے بھی ہو، بدکار بھی ہو، ہر قسم کی برائیوں میں ملوث ہو، ظالم ہو، فاسق، فاجر، سفاک ہو گئے ہو، کوئی بدی ایسی نہیں جو تم نے اختیار نہ کی ہو، ساری سوسائٹی تمہاری گندی ہوئی ہے اور اس پر تو تمہیں غصہ نہیں آتا اور اگر کوئی دوسرا بگڑتا ہے تو تم برداشت نہیں کر سکتے تمہیں اس پر غصہ آجاتا ہے۔ اس لئے فاسق و فاجر کو یہ حق ہی نہیں پہنچتا کہ وہ کسی اور کے بگڑنے پر غصہ کرے۔ پہلے اسے خودکشی کرنی چاہئے دوسرے کو مارنے سے پہلے کیونکہ اگر فسق و فجور ہی اس کو تنگ کر رہا ہے اور اس پر اس کو غصہ آتا ہے تو اپنے فسق و فجور پر کیوں نہیں آرہا، اپنی سوسائٹی کے فسق و فجور پر غصہ کیوں نہیں آرہا اس لئے حق نہیں رہتا ایسی سوسائٹی کو کسی دوسرے پر اعتراض کرنے کا جو خود گندی ہو چکی ہو۔

بہر حال اس کے بہت سے دلچسپ پہلو ابھی باقی ہیں انشاءاللہ میں آئندہ خطبہ میں بیان کروں گا۔ احباب جماعت کو میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ میں یہ اس لئے بیان کر رہا ہوں کہ ان کے ایمان کو مزید تقویت پہنچے۔ ہم ایک ایسے دور سے گزر رہے ہیں جہاں دلیل عمل کی دنیا میں ڈھلتی چلی جارہی ہے۔ اب کتابوں سے دلیلیں لانے کی اور ثابت کرنے کی ضرورت نہیں رہی۔ ہمارے مخالفین اپنی ایک تصویر بنا رہے ہیں اور ساتھ ہماری بھی ایک تصویر بناتے چلے جارہے ہیں۔ ہم بھی اپنی ایک تصویر بنا رہے ہیں ساتھ۔ اب ہماری تصویر کو تو وہ مانیں یا نہ مانیں مگر جو اپنی تصویر خود بنا رہے ہیں اس کو تو ماننا پڑے گا۔ اور جو ہماری تصویر بنا رہے وہ تو انکو ماننی ہی پڑے گی کیونکہ اپنے ہاتھوں سے بنا رہے ہیں۔ یہ وہ دو تصویریں ہیں جن کو قرآن کریم نے بڑی وضاحت کے ساتھ محفوظ کر دیا ہے۔

ایک ایک نقش، ایک ایک خدوخال کی ایسی حیرت انگیز عکاسی کی ہے کہ کوئی باریک سے باریک پہلو بھی چھوڑا نہیں اس میں اور پھر خدا نے اپنی قدرت کی پھونک سے اس تصویر میں جان پیدا کر دی ہے۔ کبھی کسی مصور نے ایسی زندہ تصویریں نہیں کھینچی تھیں جیسا قرآن کریم تصویریں کھینچ رہا ہے تاریخ کی اور کبھی کسی مصور کو یہ توفیق نہیں ہوئی کہ وہ زندہ کر دے اپنی بنائی ہوئی تصویروں کو اور عجیب شان کا خدا وہ ہے کہ جو تصویریں بناتا ہے اور پھر ان کو زندہ کرتا چلا جاتا ہے اور ہر دور میں چلتا پھرتا دکھا دیتا ہے ان تصویروں کو، ان کو گلیوں میں بسا دیتا ہے، ان کے شہر آباد کر دیا کرتا ہے، ان کی بستیاں بنا کے دیکھا دیتا ہے اور وہ اسی طرح کے اعمال کرتی پھرتی تصویریں جس طرح مووی ٹاکی (Movie Talkie) ہو۔ وہ بھی تو ایک پردہ کی تصویر ہے اس میں جان کوئی نہیں ہوتی۔ اللہ کی عجیب شان ہے اور کلام الٰہی کی عجیب شان ہے کہ تاریخ کی جن تصویروں کو کھینچ رہا ہے اپنی کتاب میں ان کو ہر زمانہ میں زندہ چلتی پھرتی بولتی جاگتی اور محسوس کرتی ہوئی تصویریں بنا کر ہمیں دیکھا دیتا ہے۔ پس اب تک جو تصویر میں نے کھینچی ہے قرآن کریم کے مطالعہ کے نتیجہ میں وہ ظاہر ہے اور پھر آپ کو بولنے کی ضرورت نہیں رہتی۔ پھر جو بھی سنے گا آپ کا معانداس کو یہ ضرور تسلیم کرنا پڑے گا کہ ہاں یہ یہ اعتراض ہیں ہمارے احمدیت پر اور ہم وہ کیا کیا حرکتیں کرتے ہیں وہ بھی قرآن کریم بیان فرمائے گا یہاں تک کہ پوری تفصیل کے ساتھ معاندین احمدیت کی عکاسی ہو جائے گی اور پھر جماعت احمدیہ کی جو تصویر بن رہی ہے قرآن کریم نے وہ بھی محفوظ فرما دی ہے انشاء اللہ اس کا بھی آئندہ ذکر کر دوں گا۔

خطبہ ثانیہ میں حضور نے فرمایا:

آج نماز جمعہ کے بعد دو نماز جنازہ غائب ہونگے ایک مکرم مرزا عطاء الرحمٰن صاحب جو ان دنوں یہاں آئے ہوئے ہیں انہوں نے اطلاع دی ہے کہ ان کی والدہ محترمہ سردار بیگم صاحبہ اہلیہ مرزا برکت علی صاحب مرحوم، حضرت مرزا برکت علی صاحب بھی صحابی تھے اور سردار بیگم صاحبہ بھی صحابیہ تھیں۔ کل ایک بجے ربوہ میں وفات پا گئیں وفات کے وقت ان کی عمر انانوے برس تھی۔ مرحومہ موصیہ تھیں ان کی نماز جنازہ غائب ہوگی۔ دوسرے ہمارے ایک نہایت ہی مخلص احمدی جوان ملک رشید احمد صاحب جو پشاور میں ایر فورس میں ملازم تھے اچانک ہارٹ فیلیر (Heart Failure) سے وفات ہوگئی۔ مرحوم ملک رشید احمد مکرم ملک سعید احمد

صاحب (جوشکاگو میں رہتے ہیں اور پچھلے جلسہ پر بھی یہاں آئے ہوئے تھے) کے صاحبزادے تھے اور بہت ہی مخلص اور فدائی احمدی تھے اور بڑے خدمت خلق کرنے والے تھے۔اپنے ان عزیز واقارب کا بھی جوان میں غریب تھے اور دوسرے تعلق والوں کا بھی بوجھ انہوں نے اٹھایا ہوا تھا اور مسلسل بہت قربانی کرتے رہے ہیں۔ان کی تدفین ربوہ میں ہو چکی ہے۔تو ان کے پسماندگان کی بھی خواہش ہے کہ ان کی نماز جنازہ غائب یہاں پڑھی جائے۔